# کشف الاسرار




ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کشف الاسرار

(اُردو ترجمہ)

تصنیف لطیف

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ، لاہور ۲

نام کتاب ——— کشف الاسرار

نام مصنف ——— حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

صفحات ——— ۴۰

ہدیہ ——— 10 روپے

تعداد ——— ۲ دو ہزار

تاریخ اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

جون ۱۹۹۵ء

ناشر ——— ضیاء القرآن پبلیکیشنز

گنج بخش روڈ لاہور ۲



# انتساب

حضرت داتا حضورؒ

کے

عقیدت مند دل

کے نام

(ادارہ)

داتا گنج بخشؒ کئی کتابوں کے مصنف تھے مثلاً ،

- ○ کشف المحجوب ،
- ○ کشف الاسرار ،
- ○ منہاج الدین ،
- ○ البیان لاہل العیان

یہ کتابیں اس وقت لکھی گئیں جب تصوف کی مشہور کتابیں
مثلاً ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی

- ○ عوارف المعارف

اور ابن عربیؒ کی

- ○ فصوص الحکم

ابھی نہیں لکھی گئی تھیں ۔



# تقریظ

از حضرت مولانا نور محمد صاحب ایوبی خطیب جامع مسجد گورنر ہاؤس لاہور

ایک روز میں چاشت کی نماز کے لیے گورنر ہاؤس کی جامع مسجد میں گیا محراب کے سامنے پہلے میں نے دو رکعت نماز نفل تحیۃ المسجد ادا کئے اور بارگاہ قاضی الحاجات میں خشوع وخضوع سے عرض کی کہ اس حقیر پُر تقصیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ !

دعا سے فارغ ہو کر میں نے تلاوت کے لیے قرآن پاک اٹھایا ، حسن اتفاق سے یہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمہ تھا ۔ اس قرآن مجید کے ساتھ ہی ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ کتاب بھی تھی ، میں نے بڑی احتیاط سے اس کی ورق گردانی کی ، معلوم ہوا وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تصنیف لطیف "کشف الاسرار" ہے ۔ کشف الاسرار کا یہ نسخہ فارسی میں تھا ۔ اس کے مطالعہ سے دل حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر حاضری کے لیے بے تاب ہو گیا ۔ اب جو نظریں محراب مسجد کی طرف اٹھیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت داتا صاحب بنفس نفیس محراب مسجد میں موجود ہیں اور فرماتے ہیں :

"اے اللہ کے بندے ! میری اس کتاب کا سلیس اردو میں ترجمہ کروا کر

اسے خلقِ خدا تک پہنچانے کا انتظام کر، تاکہ خلقِ خدا کو اس سے فیض حاصل ہو۔
یہ روحانی خدمت ہے اور اس سے میری روح خوش ہوگی۔"

حضرت کے یہ کلماتِ طیبات سنتے ہی میں حضرت کے مزارِ شریف پر حاضر ہوا اور مراقبہ کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا:

"مجھے تمام نوازشات دو اسمائے حسنیٰ کی بدولت ہوئی ہیں اور وہ ہیں؛
یا حبیب، یا لطیف۔ تم بھی انہی اسمائے حسنیٰ کا ورد کرو اور میری کتاب "کشف الاسرار" کے سامعین بھی انہی اسمائے حسنیٰ کا ورد قائم رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ انھیں دین و دنیا میں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل ہوں گی۔"

اس کے بعد حضرت داتا صاحب نے مجھے کشف الاسرار کے غائر مطالعہ کا حکم دیا۔
مجھ پر ایک عجیب رقت طاری تھی، میں نے بصد شکریہ حضرت سے تعمیلِ حکم کا وعدہ کیا۔ اب مجھ پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ کشف الاسرار کا سلیس اور عام فہم ترجمہ ہو جائے۔
اتفاق سے انہی دنوں میری ملاقات ملک نواب خاں صاحب کے توسط سے فاضل نوجوان ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ سے ہوئی، انھوں نے کشف الاسرار کا سلیس اردو میں ترجمہ کرنے کا وعدہ کیا اور چند ہی روز میں اس وعدہ کو ایفا بھی کر ڈالا۔ اللہ تعالےٰ ملک نواب خاں صاحب اور ملک شیر محمد خاں صاحب دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کشف الاسرار کا اردو ترجمہ پہلی بار ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا اور اس کے بعد ایک عرصہ تک یہ نایاب رہا۔ اب محبِ گرامی حضرت صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب، (مینیجر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، وقف لاہور) اس نادر و نایاب ترجمہ کو دوبارہ نہایت آب و تاب



اور شایانِ شان طریق سے شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے نیک ارادوں میں برکت عطا فرمائے اور انھیں دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

مجھے یقین ہے کہ جو حضرات بھی کشف الاسرار کا خلوص و محبت اور یقین و اعتقاد سے مطالعہ کریں گے، اللہ تعالےٰ انھیں دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ اور انھیں روحانی منازل میں ارتقا حاصل ہو گا۔

خادم القوم
نور محمد الیوبی

جامع مسجد گورنر ہاؤس لاہور
۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرضِ مترجم

حضرت مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رح کی تصانیف میں "کشف المحجوب" سے ہر خاص متعارف ہے لیکن بیشتر لوگ ان کی دوسری تصانیف سے لاعلم ہیں۔ موصوف کی تصانیف میں ایک مختصر سی کتاب فارسی زبان میں "کشف الاسرار" کے نام سے موسوم ہے۔ کتاب کے ابتدائیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب "کشف المحجوب" کے بعد لکھی گئی۔ اس جواہر پارے کی اہمیت و افادیت کا اندازہ حضرت داتا گنج بخش رح کی اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے:

"کشف المحجوب کتاب را بحجّت قلبی درمیان اندک تمام کردہ بودم۔ الحال کہ بعضے سخناں لائق نوشتن ہستند۔ می نگارم و نام ایں کتاب کشف الاسرار نہادم۔ در نظر من ایں کتاب بہ از دیگر از کار بہتر است۔"

ہر چند کہ یہ کتاب مختصر اور قلیل ضخامت کی حامل ہے لیکن اس کی معنوی افادیت اظہر من الشمس ہے۔ میں اس کتاب کے عمیق مطالعہ کی روشنی میں اگر یہ کہوں کہ دلوں



میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احساس پیدا کرنے کے لیے یہ کتاب لاثانی ہے، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کتاب میں مصنف نے وہ نکات تحریر کیے ہیں جنھیں ہم اپنا عمل بنا کر معاشرے میں ایک انقلاب صالح برپا کر سکتے ہیں، اور یقیناً یہ کتاب معاشرتی برائیوں کے زہر کا بہترین تریاق ہے۔ اس میں تطہیرِ فکر، تعمیرِ عمل، پختگیٔ سیرت عفتِ قلب و نگاہ اور استقامت کا ایک جامع لائحہ عمل موجود ہے۔

موجودہ دور کے صوفیار، علمار، امرأ اور غربار میں جو لاعلاج بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں، یہ کتاب ان کے لیے یقیناً مسیحائی کا کام دے گی۔ اس کتاب میں مصنّف روشن ضمیر نے یہ ایک خاص التزام کیا ہے کہ باوجود پیچیدہ مسائل کے، زبان اور طرزِ بیان، اس قدر سہل اور شستہ ہیں کہ کتابِ تصوف، کی بجائے ادبِ لطیف کا نمونہ معلوم ہوتی ہے نیز افادیت میں خاص و عام برابر کے حصہ دار ہیں۔

اس کتاب کے ربع صدی میں دو تین اردو ترجمے ہو چکے ہیں لیکن یہ تراجم متعدد وجوہ کی بنا پر حضرت داتا گنج بخش رح کے خیالات کی صحیح نمائندگی کرنے میں معذور رہے ہیں۔ نیز ان تراجم کی زبان پر قدامت اور کہنگی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا قاری ان تراجم کو روانی سے سمجھنا تو درکنار، روانی سے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ قاریوں کی اس دقت کے پیشِ نظر میں نے جدید اردو اسلوب میں اس ضرورت کو پورا کیا۔ نہایت سادہ زبان اور سہل بیانی سے کام لے کر اس کتاب کے ترجمے کی تکمیل کی ہے۔ میں اپنی محنت اور کاوش کی بنا پر یہ کہتا ہوں کہ یہ کتاب جس طرح ایک منتہی عالم کے لیے منفعت ہے بعینہٖ ایک ناواقف عامی اور مبتدی علم بھی اسی طرح مستفید ہوگا۔ میں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے

میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا جائزہ لینے کے لیے اگلے اوراق کی شہادت ضروری ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

خاکسار

ملک بشیر محمد



# حضرت داتا گنج بخش رح

## حالات و ارشادات

اولیاء اللہ اور صوفیانِ باصفا کا سب سے بڑا کارنامہ تبلیغ اسلام ہے انھوں نے جو کی سوکھی روٹی کھا کر کفرزارِ ہند میں دینِ اسلام پھیلایا، نورِ ایمان چمکایا لیکن تذکرہ نگاروں نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں اور عملی کارناموں کا ذکر بہت کم کیا ہے۔ اور ان کے روحانی تصرفات کے تذکرے پر سارا زورِ بیان صرف کر دیا ہے۔ جب ہندوستان میں انگریزی حکومت کے آغاز میں مختلف اضلاع کے گزٹیئر مرتب ہوئے اور مختلف قبائل کے حالات کی تدوین کے ضمن میں یہ سوال بھی سامنے آیا کہ یہ لوگ کب مسلمان ہوئے تو پہلی بار اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ ان تمام قبیلوں کو کسی نہ کسی ولی اللہ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ درحقیقت اکثر علماء دین کے بارے میں متشدد تھے اور غیر مسلموں کو ان میں کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن صوفیائے کرام مرنجاں مرنج تھے۔ ہر مذہب کے لوگوں سے بڑی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ علماء زیادہ تر اللہ تعالٰے کی جلالی صفات پر زور دیتے

لیکن صوفیا، صفاتِ الٰہی کے جمالی پہلوؤں یعنی اس کی ربوبیت، رحمت، رافت اور شفقت کو پیش کرتے تھے۔ اس لیے صوفیا، کو تبلیغ کے سلسلہ میں علما، سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ یہاں ایک ایسے ہی ولی اللہ کا ذکر مقصود ہے۔ یعنی سرآمد اولیار کبار، زبدۂ اخیار و ابرار حضرت مخدوم علی ہجویریؒ جو زیادہ تر داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ برصغیر ہند و پاکستان کے نامور اولیا، کاملین میں سے ہیں آپ کے ابر تبلیغ سے ملک کا گوشہ گوشہ سیراب ہوا۔ لاریب آپ فیض کا ایک سمندر تھے اس دربار گوہر بار کی یہ خصوصیت تھی کہ شاہانِ وقت، عقیدت اور محبت کے ساتھ سرِ نیاز جھکاتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ جو سائل آپ کے دربار پر حاضر ہوتا اس کا دامنِ آرزو آپ کے فیض سے مالا مال ہو جاتا۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل جنھوں نے کفرستانِ ہند کو نیّرِ اسلام کی روشنی سے منور کیا تھا[1] روحانی استفادہ کے لیے آپ کے مزار پر حاضر ہو کر چالیس روز تک اعتکاف میں رہے تھے اور وقت رخصت جب دامنِ گوہر مراد سے بھر لیا تو بے اختیار یہ شعر زبان فیض ترجمان پر جاری ہو گیا ؎

گنج بخشِ فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

---

[1] ارنلڈ نے اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھا ہے کہ خواجۂ اجمیرؒ کے ہاتھ پر نوّے لاکھ ہندو مشرف باسلام ہوئے۔



یہ شعر آج بھی آپ کے گنبد مزار پر کندہ ہے اور آپ کی عظمتِ روحانی پر شاہد ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کا اسم مبارک علی تھا۔ شروع میں آپ کی سکونت افغانستان کے مشہور شہر غزنی کے دو محلوں ہجویر اور جلاب میں رہی۔ اس لیے ہجویری اور جلابی کہلاتے۔ آخر زندگی میں لاہور آ کر اقامت اختیار فرمائی اس لیے لاہوری بھی مشہور ہوئے پورا سلسلۂ نسب حسبِ ذیل ہے:

علی بن سید عثمان بن سید علی بن عثمان بن سید عبدالرحمٰن
بن شاہ شجاع۔ بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید بن امام حسن
بن علی مرتضیٰ۔

آپ نے لاہور کو اپنے قیام سے عہد غزنوی میں تقدس کا شرف بخشا۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب سلطان محمود غزنوی اپنے ساتویں حملے کے لیے ہندوستان میں وارد ہوا۔ چنانچہ افواج غزنوی کے ساتھ ہی اپنے دو[2] رفقا، ابوسعید ہجویریؒ اور خواجہ احمد سرخسیؒ کی معیت میں اپنے مرشد حضرت ابوالفضل حسن کے ارشاد کی تعمیل میں واردِ لاہور ہوئے اور اپنے ورود کی دوسری مبارک صبح کو آپ دریائے راوی سے پار اترے جہاں اب روضہ مبارک ہے اور یہاں یہ کہہ کر آپ نے پرچمِ اسلام نصب کیا کہ اس کا سایہ دیارِ لاہور میں ہمیشہ ضو فگن رہے گا۔

لاہور میں قیام اختیار کرنے کے فوراً بعد حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک چھوٹی سی مسجد اس سنگِ مرمر کے مختصر سے حوض کے پاس تعمیر کی جو عین مزار مبارک کے قریب نظر آتا ہے۔ لاہور میں ربِ اکبر کی یہ پہلی عبادت گاہ تھی۔ جس کی چار دیواری

تقویٰ کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ جب اسلامی حکومت کے اس سنہری دور کے بارے میں اس مردِ خدا کی رائے اس قدر دردناک تھی تو اس پُر آشوب زمانے کے متعلق جس میں یہ تمام دینی اور معاشرتی مصائب اپنے درجہ انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کا خیال کس قدر یاس انگیں ہوتا۔

اسلامی حکومت کے زوال سے قیامِ پاکستان تک اسلامیانِ ہند ایک ایسے دور سے گزرے ہیں جس میں ان کے فطری قویٰ صرف اس حد تک بالیدگی اختیار کر سکتے تھے جس حد تک ان کی سیاسی غلامی اور معاشرتی پستی ان کو اجازت دے سکتی تھی۔ تین سو سال کی طویل غلامی نے ان کے احساس و افکار کو مضمحل کر دیا تھا، اور وہ اس وراثتِ عظمیٰ سے محروم ہو کر جو دینی اور دنیوی فلاح کے لیے فاران کی چوٹیوں پر سے انھیں بخشی گئی تھی، اپنے مدارج کو کھو چکے تھے کہ اچانک "مردے از غیب آید و کارے بکند" کے مصداق پردۂ غیب سے ایک سیاسی معجزہ رونما ہوا اور اسلامیانِ ہند نے اپنی عظمتِ رفتہ کو از سرِ نو حاصل کرنے کا حسین خواب دیکھا۔ اس خواب کی شاندار تعبیر پاکستان کی صورت میں جلوہ گر ہوئی اور مسلم ہندی غلامی کی زنجیر توڑ کر آزادی کی جاں بخش فضا میں سانس لیتا نظر آنے لگا۔ مگر اس نئی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے شاید اسے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اسے اپنے اسلاف کی تاریخ میں سے وہ حقیقت تلاش کرنی ہے جس نے ان کی عظمت کا سکّہ چار دانگ عالم میں بٹھا دیا تھا۔ اپنی تاریخ کی ورق گردانی سے اسے حضرت داتا گنج بخش کے ان ارشاداتِ عالیہ کے گنج ہائے گراں مایہ سے بھی فائدہ اٹھانا ہے جن پر عمل پیرا ہونے کے لیے ان کے اپنے زمانے کی نسبت آج کچھ زیادہ ضرورت ہے۔



اگرچہ لیل و نہار کی گردشوں اور قوم کے زوال نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے ارشادات پر فراموشی کی گرد اس طرح ڈال رکھی ہے کہ وہ اس وقت ہماری نظر سے اوجھل ہیں لیکن اہلِ نظر کے لیے حضرت داتا گنج بخشؒ کی تعلیمات اب بھی مشعلِ ہدایت ہیں۔ بزبانِ حقیقت حضرتِ علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہورِ عالم تصنیف "اسرار و رموز" میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانے پر ہر وقت ضرورت مند لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ لوگ اپنی مشکلات بیان کرتے اور گنج بخشؒ داتا کے فیضانِ کرم سے مستفید ہو کر چلے جاتے۔ ایک دن ایک نہایت خوش وضع نوجوان شہر مرو (ترکستان) سے تیغ و سپر لیے کوتل گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! تخلیہ چاہتا ہوں۔ چنانچہ لوگ اٹھ گئے تو نوجوان نے عرض کی کہ میں دشمنوں میں محصور ہوں مجھے اسی فکر میں ایک پل کا چین نصیب نہیں۔ میں اس آزار کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ حضور خلوص سے بارگاہِ باری تعالےٰ میں دعا کریں کہ دشمن کی کینہ سازیوں اور سازشوں سے نجات مل جائے حضور نے نوجوان کی سرگذشت سن کر ارشاد فرمایا کہ میں دشمنوں سے نجات کا ایک مناسب طریقہ تم کو بتاتا ہوں۔ تمھارے بازو میں قوت ہے۔ تمھارے کندھے پر ڈھال بھی ہے اور تمھارے ہاتھ میں تلوار بھی، دشمنوں سے جا کر جنگ کرو۔ اگر دشمن مارے گئے تو تمھیں اللہ کے حکم سے ان سے نجات مل جائے گی اور اگر تم مارے گئے تو پھر بھی تمھیں اللہ نے مخلصی بخشی۔"

یہ نصیحت عزم و ہمت اور سخت کوشی کا کتنا عظیم الشان درس ہے۔ آج ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے اس پر عمل پیرا ہونے کا وقت ہے جو اپنی قوم

کو اس دورِ امتحان و ابتلا میں سے گزرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ شاید اس قوم کو اس کے عمل اور اس کے عزمِ محکم کی اس سے پہلے کبھی اتنی ضرورت نہ تھی۔ بقائے پاکستان کے لیے آج اس سخت کوشی اور جان فروشی کا امتحان ہے اور اس امتحان میں کامیاب اترنے کے لیے اسے حضرت داتا گنج بخشؒ کے اس ارشاد سے سبق حاصل کرنا وسیلہ ہے ہم سے خود اعتمادی اور محنت طلبی کا مقتضی ہے جو حضرت داتا گنج بخشؒ کی تعلیمات کے بنیادی اصول تھے ہمیں آپ کی اس تعلیم کی ضرورت ہے جو انسان کو فقرِ غیور عطا کرتی ہے۔ اس کو حضرت علامہ اقبالؒ نے یوں فرمایا ہے ؎

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں

حضرت داتا گنج بخشؒ نے سود و زیاں کے بکھیڑوں میں الجھی ہوئی انسانیت کو قناعت کا سبق دیا ہے۔ راہبانہ قناعت کا نہیں، اسلامی قناعت کا۔ راہبانہ قناعت ترکِ دنیا سکھاتی ہے۔ انسان کو ایذا طلبی پر آمادہ کرتی ہے۔ اسلامی قناعت سعی و کوشش کی تلقین کرتی اور اسے صبر کا سبق سکھاتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں؛
ہیں :

(ترجمہ) جو کچھ اللہ تعالےٰ عنایت کرے تو اس پر راضی رہ۔ اگر وہ جنگل بخشے تو اس میں رہ۔ اگر آبادی بخشے تو اس میں خوشی سے گزار دے۔ اگر وہ تجھے وطن نصیب کرے تو وطن میں بسر کر۔ اور اگر پردیس دے تو پھر پردیس میں ہی زندگی کاٹ۔ غرضیکہ جو کچھ اللہ تعالےٰ بخشے اسی پر تکیہ کر۔ اگر وہ گدڑی دے تو پہن لے۔ اگر قاقم دے تو اسے اوڑھ لے۔ اگر تجھے گدھا دے تو اس پر سواری کر



اور اگر گھوڑا دے تو اسے بھی نہ چھوڑ۔ وہ جو بھی کچھ دے، لے لے اور جو کچھ نہ دے اس پر صبر کر، تاکہ تو مردِ راہِ حق بن جائے اور تو خدا رسیدہ ہو جائے۔
صبر بھی عجب چیز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبر کلید راحت ہے صبر اختیار کر اور مردِ راہ بن" (کشف الاسرار)

حضرت داتا گنج بخشؒ کا بتایا ہوا یہی راستہ ہے۔ جس پر چل کر انسان فقرِ غیور کی منزل پر پہنچتا ہے اور آج کل کے زمانہ میں جب افراد و قوم کی زندگی اقتصادی رقابت کے باعث ہر لحظہ دگرگوں ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا بتایا ہوا راستہ ہی نجات کا راستہ ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ آخر زندگی تک لاہور ہی میں قیام پذیر رہے اور یہیں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ سال وفات ۴۵۶ھ ہے۔ آج بھی آپ کا مزار پُرانوار فیض کا ایک سرچشمہ ہے۔ اور آج بھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں جاتا اس لیے کہ اس بارگاہ سے شکستہ دلوں کو تسکین کی دولت ملتی ہے اور مایوس و ناکام دل اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کشف الاسرار

(اردو ترجمہ)

تعریف اس بے نیاز کو سزاوار ہے جس نے ہمارے وجود کو اربعہ عناصر سے شہود کے میدان میں ظاہر کیا اور نعت پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن کے امتی ہونے کے ہم داعی ہیں۔

**امّا بعد**۔ صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب میں نے اراداً مختصر تحریر کی ہے کیونکہ بالعموم ضخیم کتاب سے پڑھنے والا اکتا جاتا ہے۔ کتاب لہذا پڑھنے والوں کی خدمت میں التجا ہے کہ اگر کوئی کلمہ نامناسب تحریر ہوگیا ہو تو اس کی اصلاح کر دیں وگرنہ از راہ لطف و کرم پردہ پوشی اور درگزر فرمائیں۔

میرے[1] پاس طالبوں کے لیے بہت سی ایسی مفید باتیں ہیں کہ اگر وہ انھیں اپنے علم میں لائیں تو مشائخ کے سردار ہو سکتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب کشف المحجوب

---

[1] علی بن عثمان الجلابی قدس سرہ

کو نہایت دِلی محبت سے ایک قلیل مدت میں تکمیل کو پہنچا دیا تھا۔ اب میں بعض قابل تحریر اور ضروری باتیں "کشف الاسرار" کے نام سے لکھتا ہوں۔ میری نگاہ میں یہ کتاب دوسرے اذکار سے بہتر ہے۔ سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا تَصِفُوْنَ وَ اللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ۔ (اللہ تعالےٰ کی جو تم تعریف کرتے ہو، وہ اس سے پاک ہے اور صاحب توفیق ہے)۔

اوّلاً فقرا کا ذکر کرتا ہوں، فقیر کے لیے لازم ہے کہ بادشاہوں یا حاکموں کی جان پہچان اور ان کے میل ملاپ کو اژدہا اور سانپ کی ہم نشینی و دوستی خیال کرے، کیونکہ فقیر کو جب بادشاہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو اس کا سامان سفر اور توشہ برباد ہو جاتا ہے۔

لباس کے متعلق کثیر روایات و حکایات ہیں۔ چنانچہ میں نے "کشف المحجوب" میں مفصل تحریر کر دیا ہے۔ اب صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ترکی کلاہ زیب سر کر لینے سے فقیری حاصل نہیں ہوتی لیکن خواہ تم کافرانہ کلاہ سر پر رکھ لو اس شرط کے ساتھ کہ فقیر بنتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر کاربند رہو تو یقیناً تم فقیر ہو لیکن اگر فقیر اس نیت سے فقیرانہ لباس پہنتا ہے کہ اسے اہل زر کی ہم نشینی نصیب ہو جائے تو یقین جانو کہ وہ فقیر نہیں بلکہ آتش پرست ہے جو غرور و تکبر سے پُر ہے۔

چونکہ فقیر کے لیے مرشد کی حضوری سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں پس مرشد کے کسی نشان کو تو ہمیشہ یاد رکھ۔ آدمی صحیح معنوں میں اسی وقت فقیر ہوتا ہے جب وہ مسافر، مفلس، قلاش اور مصیبت زدہ ہو۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک روز جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فقر کے بارے میں کچھ فرما رہے تھے، کہ فقیر کو معرفت الٰہی کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ اس پر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم نے کہا: یا رسول اللہ!



صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔" اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب الٰہی سے یہ حکم لائے۔ "سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (روئے زمین پر سیر و سیاحت کر کے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے۔)

پس اے ہجویری[1]! سیر و سیاحت اور سفر کی دولت لا انتہا ہے۔ اسے اختیار کر اور اسی وقت راہ لے۔ دلیلوں اور حجتوں کو چھوڑ۔ اگر تجھے سامان سفر کی قدرت ہے تو حج کا راستہ لے محنت و مشقت برداشت کر تاکہ تو میدان حقیقت میں آجائے۔ میں نے اسی دن سے روئے زمین کی سیر و سیاحت اختیار کی اور عجائبات خلق مشاہدہ کئے۔ مختصر یہ کہ ایک روز ماوراء النہر میں حوض کے کنارے بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ کوزہ میں نظر جو پڑی تو اپنے منظور نظر معشوق کو دیکھا۔ یہاں مجھے معلوم ہوا کہ واقعی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ پس پہلے معشوق اختیار کر پھر اس پر جان قربان کر دے۔ اور یہ وثوق سے کہہ اگر جان اس کی راہ میں قربان ہو جاتے تو یہی بہتر ہے۔ پھر اللہ کی صفت کو دیکھ۔ تو اپنی شمع کا پروانہ بن جا اور اس پہلو پر نظر نہ کر کہ تیری جان کو غم لگ جائے گا۔ جو ہوتا ہے ہونے دے، اس کا ہونا ہی بہتر ہے۔

غرور کو اپنے جسم سے نکال باہر کر۔ میں جب ہندوستان میں آیا تو لاہور کے گرد و نواح کو بہشت نما پا کر وہیں رہائش کی ٹھانی۔ چنانچہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور وہیں بود و باش اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد مجھے یہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ اس

---

۱: علی ہجویری الغزنوی

پیشہ سے میرے دماغ میں حکومت اور شاہی کی بو بس رہی ہے، تو میں نے اسے بالکل ترک کر دیا اور پھر اس کا نام تک نہ لیا۔

اے طالب! تو یا حبیب اور یا لطیف کا ورد اپنے رگ و ریشہ میں پیدا کر، راہ خدا کا مرد بن، رات کو اٹھ کر عبادت کر، اپنے وجود کے مسام کشادہ کر، کثیر رو اور قلیل خوشی اختیار کر۔ کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا۔ (پس چاہیئے کہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں)، صبح کے وقت دریا پر جا اور حضرت خضر علیہ السلام سے محبت کر اور اسم مذکور کا ذکر کرتا کہ تو منزل کو جا لے تجھے لازم ہے کہ تو نفسانی خواہشات کی طرف مائل نہ ہو۔ دنیاوی میل جول ترک کر دے۔ گوشہ نشینی اختیار کر اور جو کچھ بطور تحفہ تجھے خلق کی طرف سے ملے، فقراء میں تقسیم کر دے۔ اس میں سے اپنے پاس کچھ نہ رکھ۔ اللہ کے سوا کسی اور میں مشغول نہ ہو اگر تیرا گزر کسی قبر یا مزار پر ہو تو فاتحہ پڑھ کر اسے بخش تاکہ اسے آرام نصیب ہو اور وہ تیرے حق میں دعا کرے۔ اور اگر کسی کی کھجور کی گٹھلی بھی تیرے پاس ہے تو اسے لوٹا دے اور اپنے پاس نہ رکھ۔ جب دوست کا کوئی بھید تجھے حاصل ہو تو اسے باہر نہ پھینک اور اس سے بیزاری اختیار نہ کر کیونکہ اس سے تیرا بھلا ہو گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ منصور حلاج نے دوست کے بھید کا ایک ہی ذرہ ظاہر کیا تھا جس کے بدلے اسے دار پر کھنچنا پڑا، اور اس کی معرفت خاک میں مل گئی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت خضرؑ اولیاء اللہ کے دوست ہیں نیز بقا اور مشاہدۂ ربانی اولیاء اللہ کے وسیلے سے ہوتا ہے۔ لیکن صلۂ رحم کی دوستی تجھ پر فرض ہے اور لازم ہے کہ تو اپنے والدین کو اپنا قبلہ سمجھے۔ تفاسیر میں بھی وضاحت سے لکھا ہوا ہے اور میں نے



حسام الدین لاہوریؒ سے بھی سنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی قبر پر سجدہ کرے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ اور اگر کوئی مشکل میں پھنسا ہوا شخص اپنے والدین کی قبر پر جا کر دعا کرے تو البتہ اس کی مشکل حل ہو جائے گی۔

نیز میں نے موصوف سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔

(۱) حق کی مدد (۲) خاموشی

(۳) بھوک (۴) تنہائی

(۵) خلق کے میل جول کو ترک کرنا۔

(۶) ہر دم خلوت میں خدا کو یاد کرنا۔

جب شیخ حسام الدین لاہوریؒ بستر مرگ ہوتے تو مجھ سے کہا کہ جانِ من! دعا کرو کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب جان کنی کا وقت آیا تو میں نے موصوف کے منہ پر کان لگا کر سنا تو وہ کہہ رہے تھے: اَللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ (یا اللہ! تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں) وہ اسی سالہ نیک مرد تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے جب ان سے آخری وقت وصیت چاہی تو انھوں نے فرمایا: اے ہجویری! ہر دم بنی آدم کی تسلی و تشفی کرتے رہنا، نیکی کرنا، ہمیشہ ایسی بات کرنا جس کے سبب ہر کوئی خوش ہو، کسی کا دل نہ دکھانا، ہمیشہ مروت سے پیش آنا، اللہ تعالٰے کے سوا کسی کو دوست نہ بنانا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ اپنے علم کو ضائع نہ کرنا، مال اور اولاد کو فتنہ سمجھنا۔ اے ہجویری! دیکھ اب جب کہ مجھ پر جان کنی کا عالم ہے۔ میرے فرزند میرے کچھ کام نہیں آرہے۔ جو کچھ میں نے

کیا وہی میرے آگے آیا اور آئے گا۔ پس تجھے لازم ہے کہ ماں باپ اور بنی نوع انسان کی دلجوئی کر اور ان سے ہمیشہ بھلائی کرتا رہ۔

میں نے تاج الدینؒ کو یہ کہتے سنا کہ ایک بھنورا (ایک پردار کیڑا جو پھول کی خوشبو سونگھا کرتا ہے) لوگوں نے دیکھا کہ جہاں چنبیلی اگی ہوئی تھی وہ وہاں مٹی میں لوٹ رہا ہے اور غمگین ہے۔ تو پوچھا کہ اے بھنورے وہ تمھاری چنبیلی کیا ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ جل چکی ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اے بھنورے تیرا عشق خام ہے۔ اگر تو واقعی سچا عاشق ہوتا تو اس راہ میں پیچھے کیوں رہ جاتا، اپنے محبوب کے ساتھ ہی کیوں نہ جل مرتا۔ اس نے کہا یارو! میں پردیس میں تھا یہ سب کچھ بربادی میری عدم موجودگی میں ہوئی۔ اب تو میں اسے بھی بہت کچھ سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کی جگہ ہی نظر پڑ جائے۔ افسوس وہ جگہ بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ جہاں وہ پیدا ہوا تھا، میں وہاں کی مٹی اپنے سر کا تاج جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے سر پر ڈال رہا ہوں۔ اے دوست! تجھے لازم ہے کہ تو سچا عاشق بنے اور اپنے شیخ کے قدموں میں جان دے دے۔ تو ہمیشہ مرشد کے قریب رہے اور اس کے دیدار سے فیض یاب ہوتا رہے تاکہ تو حقیقت اور طریقت کے رازہائے سربستہ حاصل کرے۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

ایک کلام ختم ہوا اور اب دوسرا شروع ہوتا ہے۔

کان لگا کر سنو! یہ باتیں تمھارے کام آئیں گی۔ یہ خاطر جمع رکھو کہ تم اگر ہفت ہزاری بھی ہو جاؤ تو یہ تمھارے لیے منفعت نہیں۔ بالآخر تم مٹھی بھر گرد ہو اور تم اس کی طرف لوٹو گے۔ تمھاری حقیقت منی کا ایک قطرہ ہے پھر اس قدر غرور کیوں۔ آخر کار جو کچھ



تمھیں دنیا سے نصیب ہے وہ یہی کہ چار گز کفن کا ٹکڑا، اور وہ بھی خدا جانے کہ نصیب ہو یا نہ ہو۔

اے طالبو! غور کرو اور سمجھو، غرور و تکبر کو ترک کر دو، راہِ حق کے مرد بنو، بیگانے سے دوری حاصل کرو، دولت کو عذاب سمجھو اور اسے فاقہ کش لوگوں میں تقسیم کر دو اور بے لبوں پر قربان کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو یہی دولت تمھیں قبر میں کیڑوں کی شکل میں کھائے گی اور اگر بانٹ دو گے تو یہی دولت تمھاری دوست بن کر باعثِ راحت بن جائے گی تمھارے ہاتھ پاؤں بھی تمھارے دشمن ہیں۔ جب تم مر جاؤ گے تمھارے پاؤں کہیں گے کہ تم بُری جگہ کیوں گئے تھے، ہاتھ کہیں گے کہ تم نے غیر کی چیز کو کیوں چھوا۔ آنکھیں کہیں گی کہ تم نے بُری نگاہ سے کیوں دیکھا۔ پس یہ چیزیں ملحوظِ خاطر رکھو اور کسی چیز کی خواہش نہ کرو۔ اپنے گناہوں پر نظر کرو اور دن رات استغفار کرتے رہو۔ استاد کا حق بجا لاؤ۔ کمزور خلقت پر رحم کرو۔ حرام لقمہ نہ کھاؤ، اس جگہ قدم ہرگز نہ رکھو جہاں بے عزتی کا اندیشہ ہو۔ اسی کے پاس بیٹھو جو عزت کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں :

| | |
|---|---|
| ۱۔ توبہ گناہ کو | ۲۔ جھوٹ رزق کو |
| ۳۔ چغلی عمل کو | ۴۔ غم عمر کو |
| ۵۔ صدقہ بلا کو | ۶۔ غصہ عقل کو |
| ۷۔ پچھتانا سخاوت کو | ۸۔ تکبر علم کو |
| ۹۔ نیکی بدی کو | ۱۰۔ ظلم عدل کو |

میں یہ باتیں ہر طالبِ حق کو بتاتا ہوں تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہو اور میرے حق میں

دعائے خیر کرے ۔ مجھے یاد رکھے اور خدا تعالےٰ کو پہچانے اور غیر پر بالکل نگاہ نہ رکھے۔

طالب حق کو لازم ہے کہ غرور و تکبر اور خود پسندی کو کلیتاً چھوڑ دے اور انھیں اپنے شہر تک سے نکال دے جن اسرار کو میں نے اس کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے اور حقیقتاً اُن کی صفت بیان کرنے کا میں پورا پورا حق ادا نہیں کر سکا انھیں اپنا ورد بنا لیجیے ۔

حکیم لقمان فرماتے ہیں کہ میں نے چار سو پیغمبروں کی خدمت کی جن کی صحبت سے کل آٹھ ہزار کلمات حاصل کیے۔ اور ان میں سے بھی میں نے آٹھ چنے جن پر عمل پیرا ہونے سے خداشناسی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں : جب نماز ادا کرو تو اس دوران میں دل کو قابو میں رکھو۔ دوسرے، جماعت کے رفیق بنے رہو، تیسرے، جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنی آنکھ کو محفوظ رکھو۔ چوتھے، جب خلقت کے پاس آؤ تو زبان کی نگہداشت کرو۔ پانچویں اللہ تعالےٰ کو کبھی فراموش نہ کرو۔ چھٹے، موت کو نہ بھولو۔ ساتویں، کسی کے حق میں جو نیکی کرو اسے بھول جاؤ اور آٹھویں جو تم سے بدی کرے اسے فراموش کر دو۔

اے عزیز! ان باتوں کو یاد رکھ۔ میں عمر بھر ان باتوں پر عمل کرتا رہا ہوں، جو میں نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سنی تھیں۔ میری جائے پیدائش ہجویر ہے اللہ تعالیٰ اسے حادثوں اور مصیبتوں سے بچائے اور ظالم حاکموں سے محفوظ رکھے۔ میں نے ہجویر میں بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ اور اگر میں انھیں قلم بند کروں تو قلم سیاہ آنسو رو رو کر عاجز آ جائے۔ وہاں شیخ بزرگ نامی ایک عمر رسیدہ آدمی تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ فرمایا: اے علی! تو اس عمر میں ایک کتاب لکھ جو تیری یادگار رہے میں نے



عرض کیا: یَا اَیُّھَا الشَّیْخ اِنْ لَا یَعْلَمُ مَنْ عَلِمَ (یا شیخ! بے شک وہ نہیں جانتا، جو جانتا ہےؔ)، جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو میں نے اسی وقت جبکہ میری عمر بارہ سال تھی ایک کتاب تصنیف کر کے ان کے آگے پیش کی۔ انھوں نے فرمایا کہ تم بزرگ ہو گے۔ میں نے کہا، جناب کی عنایت چاہیئے۔ مجھے ان کی نصیحتیں یاد ہیں:

لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے معشوق سے محبت کریں معشوق کون ہے، خدا ہے، جو اسے یاد کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر مہربانی کرتا ہے۔ تُو معشوق مجازی اختیار کر کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں : اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ (مجاز حقیقت کا پل ہے) فقیروں کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ میرے استاد شیخ ابو القاسمؒ جن سے میں اکتساب علم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ فقیر کے لیے تصوّرِ شیخ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ فقیر کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کو حاضر ناظر سمجھے مرشد وہ ہے جو بذریعہ مراقبہ مرید کو دیکھتا رہے۔ فقیر کو چاہیئے کہ بیعت اس وقت کرے جب اپنے آپ میں اس کی اہلیت پائے اور اگر یہ نہیں ہے تو مرید اور مرشد دونوں ہی خراب ہوتے ہیں۔ فقیر کا مسلک بہت کٹھن ہے۔ میں اپنے دل میں ٹھان چکا ہوں سفر اختیار کروں تاکہ میرے دل پر زنگ نہ لگنے پائے بلکہ صیقل ہوتا رہے کیونکہ جب لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے تو صیقل ہی سے دور ہوتا ہے۔

اے میرے معشوق! اللہ تعالےٰ سے دعا کر۔ یا اللہ! میرے دل کو روشن چراغ بنا اور مجھے اپنی یاد کا شوق بخش اور میرے دل کو غیر سے خالی کر میرے مرشد

---

ؔ : مطلب یہ ہے کہ جو شخص دعوٰی کرے کہ وہ جانتا ہے سمجھ لو وہ کچھ نہیں جانتا۔

کو مجھ پر مہربان کر۔ پہلے مجھے شکر بخش بعد ازاں دولت دے۔ پہلے مجھے کدورت سے پاک کر۔ بعد ازاں اپنی طرف سے عنایت کر۔ پہلے مجھے صبر و صبوری سے نواز بعد ازاں بیماری دے۔ یا اللہ! مجھے وہ چیز عنایت کر جو نیکی سے بھرپور اور عمدہ ہو، اور مجھے وہ بات کرنے کی توفیق دے جو چیز تیرے یہاں پسندیدہ ہے۔

مبتدی کو سماع نہیں سننا چاہیئے بلکہ چاہیئے کہ اس کے پاس تک نہ پھٹکے اور اس سے الگ ہی رہے۔ یہ راستہ بہت مشکل و محال ہے۔ اس راہ میں زوال کا زیادہ امکان ہے۔ تو گوشہ نشینی اختیار نہ کر۔ بلکہ خدا سے مرشد کامل کی صحبت کا طالب ہو۔ اس کی محبت میں دیوانہ ہو جا۔ بغیر ہم کلامئ معشوق کچھ اختیار کرنا سراسر جہالت ہے۔ اے سچے عاشق! سن! مجھے ایک دوست کا قول یاد آگیا کہ وہ مجھ سے کہتا تھا کہ اے دوست! اگر اللہ تعالے مجھ پر مہربانی کرے تو میں جنگل میں جا کر اس کو یاد کروں اور اللہ کے سوا کسی دوسرے میں مشغول نہ ہوں۔ میں نے کہا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ دوست پاس ہو۔ غیر کی باتوں اور مکروہ کاموں سے بچتا رہے۔ جہاں تک ہو سکے کسی مرد خدا کی صحبت میں رہے۔

اللہ جو حکیم ہے، علیم ہے، عزیز ہے، شفیق ہے، جس کا لطف عام ہے، کریم ہے، رحیم ہے، رحمان ہے، غفّار ہے، جبّار ہے، قہار ہے، وہاب ہے، سلطان ہے، حنّان ہے اور گنہگاروں کا فریاد رس ہے اسی سے میری التجا ہے کہ اے اللہ! شہادت کے وقت بندش نہ لگانا، میرے محبوب کو میرے پہلو میں دینا۔ مجھے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔ میں بیمار اور روگی ہوں اور تو شافی و کافی ہے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ گوشہ نشینی اختیار کروں اور محبوب کی صورت کے سوا کسی کی



صورت نہ دیکھوں۔ اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ تیرے پاس ایک دانہ تک نہیں تو اس بات پر فخر نہ کر کیونکہ یہ غرور ہے۔ گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو بے مثل ہے، جس کی مانند کوئی دوسرا نہیں۔ جو شبہ سے پاک اور نمونے سے آزاد ہے۔ جب تک تُو زندہ ہے شرک کے قریب نہ جا اور اللہ تعالے کو وحدۂ لاشریک خیال کر۔

میرے طالب! دنیا پانی پر کشتی کی مانند ہے اور ملک بلے آب ہے تو غوطہ خور بن نہ کہ ڈوبنے والا۔ کام ایسا کر کہ جس سے دوسرا فیض یاب ہو۔ کسی کا دل نہ دکھا۔ تجھے دین پناہ شاہ کی طرح ظلم و ستم کا قلع قمع کرنے والا اور رعیت کے نفع و نقصان جاننے والا ہونا چاہیئے اور تجھے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ دنیا کو ذلیل اور گھٹیا سمجھ۔ عقبیٰ کا بھی طالب نہ بن بلکہ اسے عذاب ہی خیال کر۔ تو مولا کا طالب ہو جا تاکہ تو مرد اور نر ہو جائے۔ طمع اور خواری کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دنیاوی مکر و عقل کو اپنے سے دور رکھ۔ عقل ایمان کے لیے اللہ سے التجا کر۔ مرشد کو اپنا قبلہ جان اور نفس کو فربہ نہ بنا اور میری نصیحت پر عمل کر۔ اے علی! تُو کیوں ایسی دل لگی اور ہنسی مذاق کرتا ہے تو تو پُرنور آدمی ہے اور طور کی طرح ظاہر ہے۔ شیطان سے دور رہ۔ اب تو جہان میں نور ہے اپنے آپ کو خاک کر لے تاکہ تو نیک اولاد کہلانے کا مستحق ہو جائے۔ اے علی! تُو نے اس قدر سفر بھی کیے لیکن تو ملعونوں کو دور نہ کر سکا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو اپنے آپ کو خاک میں ملا دے تاکہ باطن دکھائی دینے لگے۔

اے علی! تُو تو عجب دل رُبا ہے۔ گویا یوسف کنعانی ہے۔ تُو تو جان جہان ہے اور ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ آخر تُو نے ایسی کیا چیز پڑھی جو اس قدر گھبرایا

ہوا ہے۔ تو نے اپنے دشمنوں کو دور کیوں نہ کیا۔ تُو نے خود اپنے اوپر گناہوں کی گرد بٹھائی تُو اپنے جوہر کیوں نہیں دکھاتا۔ اے علی! تو اپنے دل میں عمارت بنا۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ عمارت تجارت ہے۔ بس ذکرِ الٰہی کی کچّی پکّی اینٹوں سے ایک دلکش عمارت تعمیر کر۔ اے علی! تُو عقل مند، بالغ، ولی اللہ، صاحبِ تاج و تخت، فقر فقیری کے تخت پر سونے والا ہے۔ تو نیک درخت کی آبیاری کرتا ہے کہ پھل حاصل کرے۔ تو شیخ دلپذیر اور بادشاہ کا وزیر بنا ہوا ہے۔ اپنی وزارت کو دلگیری میں خاک کر دے۔ اے علی! تو بادشاہ ہے۔ چاند کی طرح سورج کا سہارا نہ لے۔ جب تک تُو مردِ راہِ حق اور فخر کنندہ شیر ہے تب تک تو بمنزلہ ایک تنکا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے انجام کار روسیاہی نصیب ہو۔ اپنے آپ کو خاک میں ملا تاکہ مردِ خدا بن جائے۔

اے علی! تو بلند مرتبہ سورج ہے اور اونچا آسمان ہے بلکہ سورج کا رکھوالا ہے۔ خوش ہو۔ اپنے آپ کو خاک کر تاکہ مردِ حُور چہرہ بن جائے۔ اے علی! تیرے پاس روشن، چمکیلے اور آبدار موتی ہیں۔ تیرے پاس آقا کی طرح بار برداری ہے تو اپنے شہر مصر میں رہ کر بے عزّتی کا سامنا نہ کر اور عمر رسیدہ عورت کی طرح حرص و ہوا کو نہ چاہ! اللہ تعالیٰ سے موافقت کیے رہ۔ شریک سے مل بیٹھ۔ محبوب کی یاد میں خوشبو سے کھیل۔ صبر اختیار کر، اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم پر نازاں نہ ہو، بھید ظاہر نہ کر، نماز قضا نہ کر کیونکہ تو کامل عامل اور بوجھ اٹھانے والا ہے۔ آخر میں تو نیک بخت ہے اور اپنی جزا میں سختی کے حصول کو جائز نہیں سمجھتا۔

اے میرے طالب! تم میرے لختِ جگر ہو۔ ان باتوں پر عمل کرنا۔ اے علی! کیوں باتیں بناتا ہے۔ تو اپنا کام کر، کیا تو نے تجربہ کاروں کا یہ قول نہیں سنا کہ تعلقات



قطع کرو۔ حق کے واصل بنو اور اللہ کے سوا کسی کو تلاش نہ کرو۔ میرے (علی بن عثمان جلالی قدس سرہٗ) پاس نہایت پُر درد اور عجیب و غریب باتیں ہیں۔ میں ہر دم سوائے اپنے محبوب کے اور کسی سے پیار نہیں کرتا۔ اس کے دیدار کے سوا میرا اور کوئی شیوہ نہیں۔ اس کے نام کے سوا میرا کوئی ورد نہیں۔ کبھی میں اس کے چاند کو فریفتہ کرنے والے چہرے کو دیکھتا ہوں۔ کبھی میں حقیقت میں اس کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ بناتا ہوں اور کبھی اس کے نقشِ قدم کو چودھویں رات کا چاند خیال کرتا ہوں۔ کبھی اس کے دانتوں کی لڑی پر دُرِ جان قربان کرتا ہوں اور کبھی اس کے سرو رفتار پر اپنی رائے کی فکر کو روشن کرتا ہوں۔ رات بھر غمِ عشق کی خواری میں رہتا ہوں اور دن بھر اس کی منت و زاری میں۔ دل کو اس پر قربان کیا تو اس قدر ذلیل ہوا۔ میں نے کپڑے یہاں تک پھاڑ ڈالے کہ سارا ننگا ہو گیا۔ میں خطا کار فقیر اور گنہگار حقیر ہوں۔ جس نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی یاد میں دل ہار دیا، وہ سوائے عشق کے کسی اور میں مشغول نہیں ہوا۔ میں دنیا کو بیت الخلاء جانتا ہوں اور کبھی اس سرائے کو آرام کی جگہ خیال نہیں کرتا۔ کبھی آسمان پر جا بیٹھتا ہوں تو کبھی زمین پر رہ جاتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو خاک میں ملا دیا ہے۔

اے میرے طالب! بد دل نہ ہو، یادِ حق میں عمر بسر کر۔ اپنے آپ کو سختی میں ڈال اور محنت سے کام لے تاکہ تو مردِ خدا بن جائے۔ تنہا رہنا بے پناہ چیز، اور بیش قیمت اسباب ہے۔ مرشد کی حضوری ہر وقت اور ہر لحظہ ہونی چاہیئے، مزاروں پر فاتحہ پڑھنا چاہیئے تاکہ تیرے لئے اہلِ مزار بھی دعا کریں۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ ایک بہترین فرض ہے۔ نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے دل سے

وضو کرنا چاہیئے۔ میں نے بہت سی ابیات و اشعار لکھے ہیں میرا ایک دیوان بھی ہے
جو پسندیدہ خاص و عام ہے۔ حسب ذیل غزل اسی دیوان سے ہے۔

شوقِ تو در روز و شب دارم ولا
عشقِ تو دارم بہ پنہاں و ملا
جان بخواہم داد من در کوئے تو
گر مرا آزار آید یا بلا
عشقِ تو دارم میاں جان و دل
میدہم از عشقِ تو ہر سو صلا
یا خداوندا! رقیباں را بکش
یا مرا در یاد کن مست بلا
جامِ من دارد شراب یار خود
مہرباں کن بر من و ہم مُبتلا
اے چسا کز تو اگر خواہم لقب
گر تو آری دہکن ہرگز تو لا
اے علی! تو فرخی در شہر و کوئی
دہ ز عشقِ خویشتن ہر سو صلا

بعدہٗ تحریر کرتا ہوں کہ ہر دم اللہ تعالےٰ کی صفت بیان کرنی چاہیئے کیونکہ اس کے سوا نہ ہماری کوئی پشت و پناہ ہے اور نہ ہی کوئی فریاد رس۔ میرے طالب! ہم دونوں غریب ہیں دعا کر کہ اللہ تعالےٰ ہم پر فضل کرے اور اپنی یاد کا ذوق عنایت کرے



میں ایک بے چارہ اور آوارہ آدمی ہوں۔ میرا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ میں ہر دم اپنے معشوق کو یاد کرتا ہوں۔

میرے طالب! میں نے دنیا کو خوب دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے نیک اولاد مانگو اور اگر تم میں سلامتی کے ساتھ اکیلے رہنے کی قوت ہے تو شادی نہ کرو کیونکہ یہ بہت بڑی مصیبت اور دردناک عذاب ہے۔ لاہور میں، میں نے یہ اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں کریم اللہ نامی ایک سوداگر تھا۔ اس کا گھر مالا مال تھا اور سونا اس کے لیے غلے کی مانند تھا۔ اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے امام بخش رکھا۔ اسی روز چوروں نے راستے میں اس کا مال لوٹ لیا۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو پرواہ نہ کی۔ دوسرے روز اس سے بھی بری خبر سنی۔ غرض کہ چند ہی سالوں میں اس کا مال و اسباب برباد ہو گیا وہ سوداگر گھر سے نکلا اور آوارہ گردی اختیار کی، دولت کے واسطے مارا مارا پھرتا رہا لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس کے لڑکے کو جب معلم کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھایا تو اس نے استاد کی داڑھی پر ہاتھ مارا معلم نے بد دعا کی۔ چنانچہ وہ خراب اور آوارہ ہو گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی عورت کندھے پر چکی اٹھا کہ بازار بیچنے گئی جس سے چار دینار ہاتھ آئے۔ وہ خاوند کی دشمن ہو گئی اور اس کا لڑکا لوطی ہو گیا۔ وہ سوداگر مفلسی اور قلاشی کی حالت میں پردیس میں مر گیا۔ اس کا لڑکا اس حالت میں مرا اور اس کی عورت نے بھی اس طرح بے مروتی میں جان دی۔ غرضیکہ دنیا مقام راحت نہیں بلکہ سراسر دکھ ہے۔ اگر وہ شخص گوشہ نشینی اختیار کرتا تو البتہ خراب و خستہ نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کی تقدیر میں لکھا ہی کچھ تھا۔ وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی

طاقت نہیں۔ وہ ہمارا آقا ہے اور ہم اس کے بندے ہیں۔ یا اللہ اعلیٰ کی عاجزی پر رحم کر، اور اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں علی کو بخش دے اور اس کی حالت پر رحم کر، کیونکہ یہ عاجز ہے، بے کس ہے اور اس کا کوئی دوست نہیں، اور یہ تیرے سوا کسی کو نہیں چاہتا اور تیرے نام کے سوا اس کا کوئی ورد نہیں، غربت کے سوا اس کا کوئی نسب نہیں۔ یا اللہ! میری بے کسی پر رحم کر یقیناً تو رحیم ہے، حلیم ہے اور شفیق ہے جب کہ میں گناہوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں۔ تو مجھے بخش دے یا اللہ! مجھے بہشت عطا کر تاکہ میں خوشی حاصل کر سکوں اور اے خدایا! نہ میں تیرے سوا کسی کو چاہتا ہوں، نہ تیرے سوا میرا کوئی ہے اور نہ تیرے سوا میری کسی سے بنتی ہے۔

اے طالب! حق کا طالب بن! تکلیف سے نہ گھبرا۔ فقیری کٹھن ہے حصولِ علم کر۔ اسے سیکھ اور اس پر عمل کر۔ والدین کو بلاشک وشبہ قبلہ جان کیونکہ ایسا کرنے سے تو منزلِ الٰہی تک پہنچ جائے گا، اور اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم تیرے شاملِ حال ہو جائے گا، یا الٰہی میرے عیب چھپا اور مجھے خواری نہ دے۔ اے طالب! میں ہر روز یار کے دیدار کو جاتا ہوں کبھی کبھی وہ ماہ خنداں نظر آتا ہے۔ رُخِ محبوب دیکھتے ہی غزل کی آمد ہوتی ہے اور میری جس قدر بھی غزلیں ہیں وہ تمام کی تمام بغیر زورِ طبیعت کے وارد ہوتی ہیں۔ میں عاجز اور پُر تقصیر ہوں۔

اے بصیر مجھ پر رحم کر، کیونکہ میں بے تدبیر ہوں اور تو قادر ہے۔ یا الٰہی! تو بلا شرکت کارساز ہے۔ وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ۔ لَا شَرِیْكَ لَہٗ۔ لَا شَرِیْكَ لَہٗ۔ لَا شَرِیْكَ لَہٗ ہے۔



اے میرے طالب! جو کچھ اللہ تعالےٰ عنایت کرے تو اس پر راضی ہو۔ اگر وہ جنگل بخشے تو اس میں رہ، اگر آبادی بخشے تو اس میں گزار دے، اگر وہ تجھے وطن نصیب کرے تو وطن میں بسر کر۔ اگر پردیس دے تو پردیس میں ہی زندگی کاٹ۔ غرضیکہ جو کچھ اللہ تعالےٰ بخشے اسی پر تکیہ کر۔ اگر وہ گدڑی دے تو پہن لے اور اگر قاقم دے تو اسے اوڑھ لے[1]۔ اگر تجھے گدھا دے تو اس پر سواری کر اور اگر گھوڑا دے تو اسے بھی نہ چھوڑ وہ جو کچھ بھی دے، لے لے۔ اور جو کچھ نہ دے اس پر صبر کر تاکہ تُو مردِ راہِ حق بن جائے اور تو خدا رسیدہ ہو جائے۔ صبر بھی عجیب چیز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: "اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ" (صبر کلید راحت ہے) صبر اختیار کر اور مردِ راہ بن، کیونکہ اللہ نے تجھ پر مہربانی کی ہے اور تجھے بخش دے گا۔

کتاب ہذا کے پڑھنے والو! اگر میری کتاب کو پڑھو تو میرے حق میں دعائے خیر کرنا۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور الوداع کہتا ہوں اور تمہیں اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ واعلا صفاتہٗ، کے سپرد کرتا ہوں تاکہ خوش رہو۔ میری بات پر خفا نہ ہونا اور غصہ نہ کرنا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔

ع     بر رسولاں بلاغ باشد وبس

قاصدوں کا کام صرف پیغام رسانی ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔ ہمارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ اس پر عمل کرو اور میرے حق میں

---

[1]: قاقم ایک چوپایہ ہے جو بلی اور سنجاب کی طرح گوشت خور ہے، اور قد میں اسی قدر ہے۔ اس کی پوشین نہایت ملائم اور براق کی طرح سفید ہوتی ہے۔ اصطلاحاً ملائم لباس کے معنی ہیں۔

دعائے خیر کرو۔ اے میرے خدائے برحق جل جلالہٗ وعم نوالہ! میری کتاب کو منور کر اور مجھ پر نوازش فرما۔ میرے گناہ بخش دے یقیناً جو کچھ ہے تو ہی ہے ــ

مکن اے علی! بیش ازیں گفتگو
کہ مردِ خدائی و پاکیزہ خُو
ہر آنچہ تو داری ثواب و عذاب
خداوندا! آں را ہمہ بالصواب

خطاطی:
عبداللہ سعید (نوشہرہ ورکاں)
گوجرانوالہ



# شجرہ طیّبہ

## شَیخ علی ھجویری قُدّسَ سِرّہٗ

علی ہجویری آں پیرِ ولایت   زدستِ شیخ بوالفضل ہدایت
ابوالفضل از علی حصریؒ گرفتہ   بدستِ خدمت اسرار نہفتہ
علی حصریؒ بوئے اسرار کلی   رسید از خدمتِ بوبکر شبلیؒ
بہ شبلی از جنیدؒ آمد عطائے   کہ در عالم شدہ او رہنمائے
جنیدؒ از سری سقطیؒ بپوشید،   لباس پارسائی راچہ خوش دید
سری سقطیؒ از معروفؒ خرقہ   بہ بر پوشید و شد وائے فرقہ
شدہ معروفؒ از داؤد طائی   چراغ خانقاہ پارسائی
بہ داؤدؒ از حبیبؒ آں فتح باب است   حبیبؒ آں کز حسن او کامیاب است

حسن بصریؒ مرید مرتضٰے بود
علیؓ را پیر کامل مصطفٰے بود